

قال اللہ تعالیٰ وشاورھم فی الامر ۵

مسٹر گاندھی کے پروگرام نان کوآپریشن کا دانشمندانہ تبصرہ

مسمّٰے بہ

صلاح نیک

ازافادات

عالیجناب خان بہادر شاہ بدر عالم صاحب رئیس غازیپور ایم ایل سی

مطبع حکیم برہم واقع گورکھپور





بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

اوج و حضیض، بلندی و پستی، اقبال و ادبار، ترقی و تنزل وہ مدارج ہین جن مین سے ہر قوم کو گذرنا پڑتا ہے، قومین بنتی ہین، بڑھتی ہین اور پھیلتی ہین، ایک سیلاب اُٹھتا ہے جو ایک عالم کو غرقاب کرتا چلا جاتا ہے، جو ہستی اُس سے ٹکراتی ہے پاش پاش ہو جاتی ہے، جو قوت اُس کے مقابل آتی ہی پارہ پارہ ہو جاتی ہے، لیکن آخرکار سیلاب تھمتا ہی تھمکر پھر اُترنا شروع ہوتا ہے اور وہ دور آتا ہے کہ قوم اپنے خصوصیات و محاسن کو کھو بیٹھتی ہے، اور وہ جس طرح بڑھتی چلی گئی تھی گھٹنا شروع

ہوتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے۔

مسلمانوں کو بھی بحیثیت ایک قوم کے ان منازل سے گذرنا ضروری تھا، اگر ان کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالئے تو آپ دیکھیں گے کہ انھوں نے بھی ان سب مدارج کو طے کیا اور آج وہ آپ کو موت و حیات کی اُس کشمکش میں نظر آئیں گے جسے انسانی ہستی کے لئے سکرات سے تعبیر کیا جاتا ہے

یہی ہوتا چلا آیا ہے اور ہوتا چلا جائے گا، زمانہ اپنی رفتار نہیں بدل سکتا ہمسلمانوں پر اس سے پہلے بھی ایسے سانحے بارہا گزرے ہیں مگر نہ اتنے روح فرسا، بنی اُمیّہ کی سلطنت تباہ ہوئی مگر بنی عباس نے فوراً ہی اسلام کی شیرازہ بندی کر لی، فتنۂ تاتار کے بعد مصر میں فاطمئین اور اُندلس میں امویین کی مضبوط سلطنتیں موجود تھیں، اور اُن کے خاتمہ کے وقت تُرک اسلام کے پشت پناہ تھے، مگر یہ ایسا سخت وقت آپڑا ہے کہ روئے زمین پر کوئی آزاد اسلامی طاقت باقی رہتی نظر نہیں آتی۔

اس وقت ہر مسلمان کا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کے تحفظ و بقا کی تدابیر پر غور کرے، ساری دنیا کے مسلمان اپنی اپنی جگہ پر مضطرب و متفکر ہیں، ہندوستان میں بھی آپ کو کچھ کم اضطراب و خلفشار نظر نہ آئے گا، بحیثیت ایک مسلمان کے میں بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے بعد جن نتائج پر پہونچا ہوں قوم کے

سامنے پیش کردون، مگر اس سے قبل ضروری ہے کہ موجودہ تجاویز پر جو ایک خاص جماعت کی جانب سے قوم کے سامنے پیش کئے گئے ہین مناسب تبصرہ کردون۔

مسئلہ خلافت

خلافت کی اہمیت سے غالبًا کسی مسلمان کو انکار نہو گا، مگر مسلمانان ہندوستان مین یہ مسئلہ عرصہ سے زیر بحث رہا ہے کہ سلاطین آل عثمان خلیفہ اور نائب رسول ہین یا نہین، سواد اعظم اہل اسلام (حنفیہ) نے سلطان سلیم کے زمانہ ہی مین اُن کو جائز خلیفہ تسلیم کرلیا تھا، اور اب بھی کم مسلمان ایسے پائے جاتے ہین جن کو اُن کی خلافت سے انکار ہو، بہرحال اسے امر مسلمہ سمجھنا چاہئے کہ "ترکون کا زوال خلافت کا زوال ہے" اور اس لئے دولت عثمانیہ کے سقوط کا مسئلہ کسی دوسری اسلامی سلطنت کی تباہی سے زائد اہمیت رکھتا ہے، یہی سبب ہے کہ مسلمانون مین آپ کو ایسی شدید بے چینی نظر آتی ہے جس کی مثال اس سے قبل ہندوستان مین کبھی نظر نہین آئی تھی، لیکن اگر کوئی شخص کسی شدید ترین مرض مین مبتلا ہو تو اُس کے لئے ہائے وائے کرنا سودمند نہین ہوتا، اسی طرح حالات حاضرہ مین بھی اشتعال انگیزی اور اظہار غم و غصہ سے کیا فائدہ؟ اصل سوال تو علاج کا ہے، مسٹر گاندھی نے اس کے لئے نان کوآپریشن اور سوراج کا نسخہ تجویز

کیا ہے۔

"نان کوآپریشن"

جس کا صحیح ترجمہ "ترک اتحاد عمل" ہے، اور سیاسی فقہ مین اس کا نام "ترک موالات" رکھا گیا ہے، اول الذکر شرعی اصطلاح نہین ہے، ثانی الذکر کی شرعیت سے انکار نہین کیا جا سکتا، لیکن چونکہ مسلمانون کو "نان کوآپریشن" کی دعوت "ترک موالات" کے نام سے دی جا رہی ہے اس لئے مین اسی کو اصل قرار دیتا ہون۔

اس مین شک نہین کہ قرآن پاک نے دشمنان اسلام سے جبتک کہ وہ درپے تخریب اسلام رہین، ترک موالات کو فرض قرار دیا ہے، فقہ کی متداول کتابین موالات کے جزئی تفصیلات سے خالی ہین، البتہ اب سیاسی دور بینیون سے کچھ تفصیلات نظر آنے لگے ہین۔

مسٹر گاندھی نے نان کوآپریشن کے مختلف مدارج مقرر کئے ہین، جن مین سے بعض فوراً واجب العمل قرار دئے گئے، اور بعض مناسب وقت تک کے لئے ملتوی رکھے گئے۔

اگر ترک موالات اور نان کوآپریشن ایک ہی چیز ہے تو کم از کم میرا ذہن اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہے کہ اسباب فرضیت کے پائے جانے کے باوجود اس کے کیا معنی ہین کہ بعض موالات کا ترک تو آج ہی سے

فرض ہو گیا، اور بعض کا ترک سال دو سال کے بعد ہوگا، اگر تفصیلات مذہبی ہین تو سب ایک ساتھ فرض ہونی چاہئین، اور اگر مذہبی نہین ہین تو کسی کی فرضیت بھی مسلم نہین ہے -

مولانا عبدالباری صاحب نے اپنے ایک مشہور مراسلہ مین ترک موالات کے منازل کے متعلق تحریر فرمایا ہے "مین اس کا مرد میدان نہین اس لئے مین نے گاندھی صاحب کو اپنا راہنما بنایا ہے" اگر تفصیلات شرعی ہین تو کیا مولانا اس کے مرد میدان نہین؟ کیا مسند افتاء و شریعت مسٹر گاندھی کے حوالہ کیجا سکتی ہے؟ پس مجھے تو یقین ہے کہ خواہ ترک موالات اپنے حقیقی معنون مین فرض ہو مگر اُس کے مفروضہ مدارج کسی طرح شرعی فرضیت کا رتبہ نہین رکھتے، اس بنا پر مجھے وثوق ہے کہ اگر مین ترک موالات کے مدارج و منازل پر مسلمانون کے معاشی، سیاسی یا اقتصادی مفاد کو ملحوظ رکھکر نظر ڈالون یا اُس کے بعض حصون سے اختلاف ظاہر کرون تو کفر و ارتداد کی زد سے محفوظ رہ سکونگا اور یون تو دنیائے اسلام مین کم ایسے لوگ نکلین گے جو اس حملہ سے محفوظ ہون

"سُودیشی"

ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی سنجیدہ شخص اس تحریک سے مخالفت نہین

کر سکتا، اگر اس کو بائیکاٹ کے ساتھ ممزوج نہ کیا جاوے، اصل یہ ہے کہ
ہمارا ملک تعلیم اور صنعت وحرفت میں بہت پیچھے ہے تعلیم عام نہ ہونے کی
وجہ سے آپ عوام میں یہ جذبہ نہیں پیدا کر سکتے کہ وہ اپنے ملک کے گران قیمت
مال کو بھی دوسرے ملکوں کے ارزان قیمت مال پر ترجیح دین، ملک کا
بڑا حصہ غریب ہے اور ظاہر ہے کہ ان کو ہمیشہ کفایت مد نظر رکھنی پڑیگی
اس حالت مین اگر آپ کا مال بازار مین قیمت اور پائداری مین دوسرے مال
سے مقابلہ نہ کر سکے گا تو ناکامی کا خطرہ زائد ہے، علاوہ اسکے آپ غیر ملکی
مال کو قطعاً بائیکاٹ بھی تو نہین کر سکتے، ضروریات زندگی کی بیشتر چیزین
ایسی ہین جو آپ کے ملک مین ملتی ہی نہین -

تجارت کا مدار تمامتر اصول تبادلہ پر ہے، ملکی حالات اور خام
پیداوار کو ملحوظ رکھکر آپ کچھ چیزون کو اپنے ملک کے لئے مخصوص کر لیجئے
باقی غیر ملکی اشیاء کی خریداری سے آپ کو احتراز ضروری نہ سمجھنا چاہئے
کیونکہ ملک اپنے افلاس اور صنعتی تنزل کی وجہ سے ابھی اس کے لئے
تیار نہین ہے -

کپڑے کے بائیکاٹ پر اس وقت زیادہ زور دیا جا رہا ہے لیکن
اگر غور کیجئے تو اس مین بھی ہم بڑی حد تک دوسرون کے محتاج ہین،
ملک کے اندر سوت اتنا نہین بنتا کہ اس سے سارے ملک کی ضرورت کے

بقدر کپڑا تیار کیا جاسکے، اور جو بنتا ہے وہ اپنے کارخانوں مین جن کے مالک عموماً غیر ملکی ہین، چرخے چلاکر آپ اس کمی کو پورا نہین کرسکتے، کیونکہ چرخے سے آجکل جو سوت تیار ہوتا ہے اُس سے باریک کپڑے نہین بُنے جاسکتے، تمام مُلک کھدر پہننے کے لئے تیار نہین ہے، اور اگر ہو بھی تو آپ چرخون کے ذریعہ سے اس قدر سوت مُہیا نہین کرسکتے جس سے تینتیس کروڑ نفوس کے لئے بقدر ضرورت کپڑا بُنا جاسکے، کیا آپ یہ چاہتے ہین کہ ہندوستان کے تمام مرد بھی مردانہ مشاغل تعلیم، ملازمت اور دیگر ضروری کامون کو چھوڑ کر چرخہ چلانے مین مصروف ہوجائین اور کیا ایسا ممکن بھی ہے؟ کسی خاندان کے تمام مرد اگر دن بھر چرخہ کاتا کرین تو اُن کی زندگی بسر کرنے کی کیا سبیل ہوگی؟ پوری محنت کرنے پر زائد سے زائد آمدنی جو ایک چرخہ سے ہوسکتی ہے بمشکل دو آنہ یومیہ ہوگی، کیا اس گرانی کے زمانہ مین یہ چند پیسے تنہا ایک شخص کی خوراک کے لئے بھی کافی ہوسکتے ہین؟ حالانکہ کھانے کے علاوہ ہر انسان کی اور ضروریات بھی ہین۔ ہم کم از کم کسان جو آبادی کا بڑا حصہ ہین اپنے کام کو ترک نہین کرسکتے، کیونکہ ہندوستان کی کل آبادی کی زندگی انھین کی محنت پر منحصر ہے، اور آپ کی یہ توقع عبث ہوگی کہ ایک کسان تمام دن کی محنت کے بعد تھک کر جب گھر آئیگا تو چرخہ لے کر بیٹھے گا، اب رہین عورتین اُن کا زیادہ وقت خانگی کاروبار

مین صرف ہوتا ہی، کھانا پکانا، سینا، بچون کی نگہداشت، گھر کی درستی وصفائی
بہ مشکل آپ کو چار گھنٹے کسی عورت کے خالی ملین گے، اسی طرح لڑکیون کے
اوقات کا بڑا حصہ آپ کو تعلیم اور خانگی کاروبار سیکھنے کے لئے چھوڑ دینا پڑیگا
تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لیجئے کہ ہندوستان کی تمام عورتین دن رات کے
خالی اوقات مین چرخے کاتنے لگین، یہ بھی مان لیجئے کہ اس مین سے نصف
کو اتنی مہارت ہوگئی کہ انھون نے باریک ترین سوت کاتا تو کیا آپکے خیال
مین وہ سوت کی اتنی مقدار کات سکین کی جو اُنکے اور اُن کے شوہر، ان کے
بال بچون کے لئے کافی ہو؟ اگر آپ ذرا بھی سنجیدگی سے غور کرین تو آپ کا
جواب نفی مین ہوگا، سوچئے کہ سوت کی اتنی مقدار کے لئے کسقدر روئی
درکار ہوگی، روئی آپکے ملک مین پیدا ہوتی ہے مگر آپکے مقابلہ مین اس کے
بیرونی خریدار بھی ہین جو آپ سے زیادہ قیمت دین گے، کاشتکارون کی
غربت کا لحاظ کرکے یہ امید نہ رکھنا چاہئے کہ وہ آپ کے ہاتھ کم قیمت پر فروخت
کرکے اس نقصان کو برداشت کرسکین گے، اور اگر آپ زائد قیمت دیکر مال
حاصل کرلین تو غیر ملکی تاجرون کے لئے روئی کے دوسرے بازار بھی ہین
جہان سے وہ خام پیداوار ارزان قیمت پر حاصل کرلین گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا
کہ بازار مین آپ کا مال مقابلہ مین نہ ٹھہر سکے گا، اور آپکو ناکامی کا سامنا ہوگا۔
سوت کے مُہیا کرنے کے بعد دوسرا سوال بُننے کا ہے، دستی کرگہ

سے آپ بڑے عرض کا کپڑا بمشکل بن سکتے ہین، چھوٹے عرض کا تھان جو عموماً نو گز لانبا تیار کیا جاتا ہے، مشاق کاریگر کم سے کم ایک دن مین تیار کرے گا ہندوستان کی ضرورت کے لئے کم سے کم دس ارب گز کپڑا درکار ہوگا، اس کے لئے کتنے کاریگر اور کتنے کرگھون کی ضرورت ہوگی؟ کیا آپ اس کا انتظام کر سکین گے؟

آپ کو یورپ اور امریکہ کے کارخانہ دارون کا مقابلہ کرنا ہے جو مشینون سے سوت کاتتے اور کپڑا بنتے ہین، آپ اُن سے اسی صورت مین سربر ہو سکتے ہین کہ آپ کے پاس بھی مشینین ہون، مگر نہ معلوم کس اصول پر مسٹر گاندھی کپڑے کی مشینون سے بھی اختلاف کرتے ہین، حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ کوئی کاریگر مشین کے برابر تیز کام نہین کر سکتا، سمجھ مین نہین آتا کہ مسٹر گاندھی مقابلے کے اصول کو کیون نظر انداز کرتے ہین، وہ کہتے ہین کہ جب انگریزی مال ہندوستان مین نہین آتا تھا، ہندوستان خود اپنے لئے سوت مہیا کرتا تھا اور خود اپنی ضرورت کے بقدر کپڑا بنتا تھا، اور یہ سب مشینون کی مدد کے بغیر انجام پاتا تھا، مگر افسوس ہے کہ وہ اس پر غور نہین کرتے کہ اُس زمانہ مین یعنی سلطنت مغلیہ کے عروج کے دور مین ہندوستان کی آبادی اب سے نصف تھی، اور اُس وقت ہندوستان کو قیمت اور مال مین کسی کا مقابلہ نہین کرنا تھا، کیا وہ ہندوستان کو تین صدی پیچھے لوٹا دینا چاہتے ہین

مگر ایسا ہونا تو ممکن نہین ہے ، اور اگر بفرض محال وہ ہندوستان کو پچھلی ست
پر بھی آئین تو اپنے حریفون کو کم از کم اس حیثیت تھمری پر وہ مجبور نہین کر سکتے
مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اُنھین اسلحے سے مسلح ہون جن سے
آپ کے حریف مسلح ہین ، ورنہ آپ اُنکے مقابلہ مین کامیاب نہین ہوسکتے ہیں
ضروری ہے کہ آپ سوت کاتنے اور کپڑا بننے کی مشینین مُلک مین کثرت سے
مہیا کرین ۔ آپ فوراً کل ملک کی ضرورت کے بقدر مشینین مہیا نہ کرسکیں گے
لیکن اگر آپ کسی فوری جوش کے زیر اثر نہین بلکہ استقلال کے ساتھ کام
کرین گے تو رفتہ رفتہ ایک وقت ایسا آجائے گا کہ آپ اپنی ضرورت کے بقدر
مشینین مُہیا کرین گے ، اور خود مال تیار کرنے لگین گے ، اُس وقت تک
آپ کو بائیکاٹ کی تحریک ملتوی رکھنا چاہئے ۔ ملک کے غریب طبقہ کی بھلائی
اسی مین ہے کہ سردست اُن سے صرف یہ کہا جائے کہ وہ مُلکی مال کو ترجیح دین ،
جب ملکی مال کثرت سے پھیل جائے گا ، اور مقابلتاً ارزان و پائدار ہوگا تو
ملک خود بخود غیر ملکی مال کو چھوڑ دے گا ، اور اُس وقت آپ کو حقیقی
کامیابی حاصل ہوگی ۔

"تعلیم"

ابتدا مین اس کو دسوین اسٹیج پر رکھا گیا تھا ، مسٹر گاندھی بلند آہنگی

کے ساتھ ہمیشہ کہتے رہے کہ ہمین طلبار کو نہ چھیڑنا چاہئیے، لیکن دفعتاً اس معاملہ مین اُن کی رائے بدل گئی، جب اُنھون نے محسوس کیا کہ اُن کے پاس کام کرنے والون کی کمی ہے اور اُن کو پروپگنڈا پھیلانے اور چندہ وصول کرنے کے لئے پرجوش کارکنون کی ضرورت معلوم ہوئی تو اُنھون نے خیال کیا کہ نوجوان طلبار کو اپنے ہاتھ مین لینا چاہئیے، باوجودیکہ اُن کے ہمخیال گروہ مین سے ہی صدائے مخالفت بلند ہوتی رہی، مگر افسوس ہے کہ اُنھون نے انجام کا خیال کئے بغیر اس خطرناک عمل کی ابتدا کر دی اور اس طرح سب سے پہلے مسلمانون کے عظیم الشان تعلیمی انسٹی ٹیوشن پر دفعتاً حملہ کر دیا گیا، علی گڈھ کالج کو شدید ترین نقصان پہونچ گیا، اور ہندو یونیورسٹی اس صدمہ سے محفوظ رہی۔

مولویون کی شرکت اس مسئلہ مین لینی تھی، انگریزی تعلیم سے اُن کی مخالفت انگریزی قدیم تھی، خصوصاً علی گڈھ کالج سے جو اُنکے فتاوائے کفر و ارتداد کے علی الرغم قائم کیا گیا تھا، اپنی پُرانی عداوت نکالنے کا اس سے بہتر موقع اُنکے ہاتھ نہ آسکتا تھا، مولویون کا گروہ اپنے اسلحہ سے پوری طرح مسلح ہو کر علی گڈھ مین جا دھمکا، طلبار کو مذہب کے نام سے جہالت کی طرف مدعو کیا گیا، اور بالآخر جو واقعات پیش آئے ہین اُس کا اعادہ غیر ضروری سمجھتا ہون، بعض دوسرے مدارس کے طلبار نے

بھی علی گڈھ کے نقش قدم پر چلنا شروع کیا، اور کم وبیش چھ مہینے تک ہندوستان کی تعلیمی فضا مین ایک سخت خلفشار مچا رہا۔

آپ جانتے ہین کہ ہندوستان دوسرے ممالک سے تعلیم مین کس قدر پسماندہ ہے، مسٹر گوکھلے آنجہانی کی تمام عمر اس جدوجہد مین گذری کہ تعلیم عام اور لازمی کردی جائے، ہمارے لیڈرون کو آج سے قبل گورنمنٹ سے ہمیشہ شکایت رہی کہ تعلیم کا انتظام ناقص ہے اسپر کم روپیہ خرچ کیا جاتا ہے لیکن آج ہندوستان کو (جہان مشکل سے فیصدی چار تعلیم یافتہ نکلین گے) تعلیم کی ضرورت باقی نہین رہی وہ تعلیم جس نے ایسے اشخاص پیدا کئے جنکو قوم کا لیڈر بننے کی صلاحیت ہے آج اُتنی ناکارہ سمجھی جارہی ہے کہ گویا ناقابل اصلاح مفاسد سے پُر ہے، اور اُسکا ترک لازم قرار دیا جارہا ہے، کیا مسٹر گاندھی، علی برادران، ڈاکٹر انصاری، ڈاکٹر کچلو، لالہ لاجپت رائے اس سے انکار کرسکتے ہین کہ انھون نے انھین درسگاہون مین زانوے شاگردی تہ کیا تھا؟ اور یہی تعلیم تھی جس نے انکو یورپ کی ڈپلومیسی سمجھنے کے قابل بنایا؟ پھر آج وہ کیون نوجوانون کو اپنے نقش قدم پر چلنے سے منع کرتے ہین، کیا انکا خیال ہے کہ جاہل ہندوستان اس سیاسی جدوجہد مین زیادہ آسانی سے کامیاب ہوسکتا ہے بمقابلہ تعلیم یافتہ ہندوستان کے، حالانکہ جس آئینی یا کم از کم پُر امن جدوجہد مین وہ مصروف ہین تعلیم ہی کا نتیجہ ہے، آپ غیر ملکی تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کررہے ہین، آپ سے قبل ۱۸۵۷ء مین بھی اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر ایک

جد و جہد کی گئی تھی، ان دونون طریقون مین کتنا بین فرق ہو، غور کیجیے کہ اس فرق کا سبب کیا ہے؟ صرف تعلیم، پھر کیا آپ چاہتے ہین کہ ملک کو اُتنا ہی جاہل بنا دین جتنا کہ وہ ایک صدی قبل تھا، یقیناً اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسکا طرزِ عمل بھی ویسا ہی ہو جائیگا جیسا کہ پہلے تھا، کیا آپ اُس ہنگامہ و نقضِ امن کو پسند کرینگے؟ یقیناً آپکا جواب نفی مین ہوگا، غور کیجیے کہ آپ ملک کو کس راہ پر لئے جا رہے ہین، اسوقت بھی جبکہ ہر چھوٹے سے چھوٹے دیہات مین کچھ نہ کچھ علم کی روشنی موجود ہی، مسٹر گاندھی اور انکے ساتھیون کی چیخ و پکار کے باوجود عوام کس طرح شورش و بے امنی مین مبتلا ہو جاتے ہین تو کیا آپکو توقع ہے کہ جب ملک مین جہل کا دور دورہ ہوگا اُسوقت امن باقی رہیگا؟ بدقسمتی سے ہندوستان کے نوجوانون کو خود ہی تعلیم کا شوق بہت کم ہی، اکثر ایسے طلباء پائے جاتے ہین جو دلچسپی اور شوق کے بجائے اپنے سرپرستون کے دباؤ کی وجہ سے تعلیم حاصل کر رہے ہین، اُنکا میلان تعلیم کی طرف نہین بلکہ جہل کی طرف ہے، مسٹر گاندھی نے اپنی تحریک سے اُنکے اس میلان کو مزید اشتعال دیا ہے یہی وجہ ہے کہ جس زمانہ مین آپ ملک کے بچون کو تعلیم کی طرف بلا رہے تھے اُسوقت آپکی صدا پر اتنے لبیک کہنے والے نہ تھے جتنے کہ اس دعوت جہالت کو خوشدلی سے قبول کرنے والے پیدا ہو گئے، افسوس! آپ اپنی اس تحریک سے ملک کی بدقسمتی مین اور اضافہ کر رہے ہین اور اپنی آزادی کی منزل سے دور ہوتے جاتے ہین۔

ممکن ہی آپ کہین کہ موجودہ نظام تعلیم اسقدر ناقص ہی کہ اسے فوراً بند کر دینا ہی ضروری ہی، مجھے اس سے انکار نہین کہ اُس مین کثرت سے نقائص ہین مگر کچھ بھی ہو

کچھ ہونا بہتر ہے، جبتک آپ اس سے بہتر دوسرا نظام تعلیم نہ بنالین اور ایسی قوت نہ پیدا کرلین کہ اُسے کامیابی سے چلا سکین، اُسوقت تک یہ کسی طرح مناسب نہین ہی کہ موجودہ نظام کو درہم برہم کر دیا جائے، حالت تو یہ ہی کہ ایک سال سے آپنے یہ خلفشار مچا رکھا ہی مگر آپ کوئی نصاب تعلیم ہنوز مرتب نہ کرسکے، پھر نصاب تعلیم تیار کرنیکے بعد بھی اُسکی صحت کامیابی کا مدار تجربہ پر ہوگا، یہ بات کہانتک قرین دانشمندی ہی کہ ایک موہوم اصلاح کے لیئے جسنے ہنوز عملی یا تحریری جامہ اختیار نہین کیا ہے آپ ایک مرتب اور چلتے ہوئے نظام کو توڑنا چاہتے ہین اور یہ جد وجہد صرف اس لئے ہے کہ آپ اپنے خیالی نصاب نظام کا تجربہ کرکے دیکھین کہ وہ کامیاب ثابت ہوتا ہے یا نہین، آپ چاہتے ہین کہ طلباء سے تعلیم ترک کرادین جس سے کچھ نہ کچھ تو انکا دماغی نشو ونما ضرور ہی ہوتا ہی اور پھر اُنسے کہین کہ آؤ تم ہمارے اسکولون مین چرخہ کاتو تو اس سے تم یورپ کی ایک تعلیم یافتہ اور مضبوط قوم کو شکست دے سکوگے۔

اگر درحقیقت آپ اصلاح کے طالب ہین اور آپکا منشاء ہے کہ آپ تجربے سے بہترین نظام تعلیم مرتب کرین تو آپکے لئے موجودہ تعلیم کو نقصان پہونچائے بغیر ایسا کرنا ممکن تھا، ہمارے ملک مین قابل تعلیم بچے اور نوجوان کثرت سے ہین اور انمین سے کم ایسے ہین جو زیر تعلیم ہین، بہتر ہوتا کہ آپ زیر تعلیم بچونکو اُنکی راہ پر چھوڑ دیتے اور اپنے مدارس کیلیئے اُن بچونکو بھرتی کرتے جنکی عمرین جہالت کی بدولت برباد ہو رہی ہین، اُنپر آپ اپنے نظام عمل کا تجربہ کرتے، اُنکو آپ اپنے پروپیگنڈا پھیلانے کے قابل بناتے، اور اُن سے آپ اپنا کام لیتے کہ اگر آپکا نظام عمل ناکام ثابت ہوتا تو بھی ملک کو کچھ نقصان نہ پہونچتا، اور اگر آپکو کامیابی حاصل ہوتی تو آپکے لئے سارے ملک کے آدمی

نظام کیطرف مدعو کرنے کا موقع حاصل ہوتا اور اُسوقت آپکی جدوجہد قوم کے لئے حقیقی معنون مین مفید ثابت ہوتی۔

اگر اس ساری تحریک کا مقصد اصلاح تھا تو مجھے حیرت ہے کہ ابتدا علی گڈھ سے کیون کی گئی جبکہ کالج یونیورسٹی کا درجہ حاصل کرچکا تھا، آپکو ہر قسم کی اصلاح کا موقع حاصل تھا جو نقائص موجودہ نظام مین ہین آپ اپنی یونیورسٹی مین انکو دفع کرسکتے تھے۔ مولویون لوگو نے دینی کا جو دھڑکا لگا ہوا تھا وہ دینی تعلیم مین مناسب اصلاحین کرکے اس سے بچا حاصل کرسکتے تھے، البتہ سرکاری اسکولون اور کالجون والی اصلاحین کرنا آپکے اختیار سے باہر تھا آپکو اُن سے ابتدا کرنی تھی مگر افسوس کہ آپنے اپنے ہاتھون سے خود اپنے گھر مین آگ لگائی۔

مسٹر گاندھی کا خیال ہے کہ ہم جنگ کے زمانہ سے گذر رہے ہین اور دوران جنگ مین تمام وہ کام بند رہتے ہین جو زمانہ امن مین جاری رہتے ہون، سطحی نظر مین یہ استدلال مناسب معلوم ہوتا ہے مگر ذرا غور کیجئے، مسٹر گاندھی ایک نظام سلطنت سے جنگ کر رہے ہین جسے وہ اُلٹ دینا چاہتے ہین اور اُسکے بجائے دوسرا نظام سلطنت قائم کرنا چاہتے ہین پس اگر انکی جنگ کامیاب خاتمہ تک پہنچے تو فوراً ہی اُنکو نیا نظام سلطنت نافذ کرنا ہوگا جسکے لئے شاستری جیسے ماہر سیاست، ڈاکٹر سپرو جیسے ماہر قانون اور ڈاکٹر ضیاءالدین جیسے ماہر تعلیم کی ضرورت ہوگی، ایسے لوگ اُنکے پاس کم ہین اور اگر زمانۂ جنگ مین تعلیم روکدی گئی تو "بعد جنگ" نیا نظام چلانے کے لئے اشخاص کہان سے آئینگے، آپکو ابھی سے اُسوقت کے لئے بھی مستعد رہنا ضروری ہے، ہمیشہ نظام کو بگاڑنے والی ہستیان اور ہوتی ہین اور

بنانے والی ور، جو لوگ آج ایک نظام کو الٹ دینے مین کامیاب ثابت ہون، یہ ضروری نہین کہ وہی کل دوسرا نظام بھی تیار کرسکین، انکا کام اسوقت ختم ہوجائیگا، اس کے بعد ملک کو دوسری ہستیون کی رہنمائی درکار ہوگی جن کو تعلیم ہی پیدا کرسکتی ہی، پس مسٹر گاندھی کی اپنی تحریک کے لئے بھی تعلیم ویسی ہی ضروری ورکار آمد چیز ہے جیسی کہ انکے مخالفین کے مقاصد کے لئے۔

آخر مین میری قوم اور ملک دونون سی التجا ہی کہ تعلیم کے مسئلہ مین بہت سوچ سمجھکر قدم اٹھائین، جوش مین بھرے ہوئے نوجوان اپنے مستقبل پر غور کرنے کی صلاحیت بہت کم رکھتے ہین، اس لئے انکے سرپرستون کو ہر ممکن ذریعہ سے انکے خیالات کی اصلاح کرنا چاہیئے انکو آشتی و نرمی سی سمجھانا چاہیئے تاکہ ہماری آیندہ نسلین نقصان سی محفوظ رہین۔

مسلمان اپنی جہالت اور مولویونکی ضد کی بدولت ایک مرتبہ غدر کے بعد انگریزی تعلیم سی محترز رہکر نقصان اٹھا چکے ہین، وہ اپنی ہمسایہ قومون سے پیچھے رہ گئے، اب دوبارہ مولویون ہی کی سرپرستی مین یہ فتنہ پھر اٹھا ہے خدا اس سی محفوظ رکھے۔

"سوراج"

کانگریس کا قدیم مطالبہ اور گورنمنٹ کا پرانا وعدہ ہی، عرصہ تک مسلمان اس سی علیحدہ رہی جسکی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اپنی قلت تعداد اور کمزوری کو محسوس کرتے تھے، انکا خیال تھا کہ انگریزون کے ہٹ جانے پر وہ اپنی ہمسایہ اقوام کے رحم پر ہونگے جو تعداد اور مادی قوت مین ان پر تفوق رکھتی ہین۔

مسلم لیگ نے اپنے مطالبات مین اس اصول کو دخل نہین کیا، بلکہ سچ تو یہ ہی کہ اسکی بنا ہی اس اصول کی مخالفت پر رکھی گئی، اُس زمانہ مین مسلمانون کے مطالبات صرف اپنے حقوق و مفاد تک منحصر تھی، مگر ۱۹۱۶ء مین مسلمان بھی اس مطالبہ مین ہندوؤن کے شریک کار ہو گئے، اُسوقت وہ تجاویز مرتب ہوئین جو "کانگریس لیگ اسکیم" کے نام سے مشہور ہین، اسی اتحاد کا نتیجہ موجودہ ریفارم اسکیم ہی جسے گورنمنٹ نے "سیلف گورنمنٹ" کی پہلی قسط قرار دیا ہے۔

اس دور مین "سوراج" کے مطالبہ پر زائد زور دیا جاتا ہی، اور اسوقت ہمیشہ سے زیادہ پر زور ہو گیا ہی جسکی وجہ یہ ہی کہ مسلمانونکو یقین دلا دیا گیا ہی کہ تحفظ خلافت و بلاد اسلامیہ سوراج حاصل کئے بغیر ممکن نہین، مگر مسٹر گاندھی اس دعوی کے باوجود ہمیشہ سوراج کا مطلب اور نوعیت بیان کرنیسے گریز کرتے رہے، اس موضوع پر انکے بیانات ہمیشہ ناکافی اور مجمل رہی، اور باوجود اجمال و اختصار کے متباین، آخری بیان جو اس موضوع پر اُنھون نے کیا ہی اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکا مطالبہ اُسی طرح کی اندرونی آزادی کا ہے جیسی کہ نوآبادیونکو حاصل ہی، مین نہین سمجھ سکتا کہ ایسی آزادی سے جبکہ ہماری خارجہ پالیسی برٹش گورنمنٹ کے زیر نگرانی رہیگی مسئلہ خلافت و بلاد اسلامیہ کی گتھی کیونکر سُلجھ سکتی ہی، خیر اس مسئلہ کو جانے دیجیے (ع) "دل کے بہلانے کو غالب خیال اچھا ہے" لیکن مسٹر گاندھی کے بیان سے یہ معلوم ہو گیا کہ انکی منزل مقصود وہی ہی جو اعتدال پسند طبقہ کی ہی، اب جو کچھ بحث ہے وہ طرز عمل کے متعلق، اعتدال پسند گروہ کا طرز عمل وہی ہی جو آج سے دو سال قبل تک کانگریس کا تھا، یعنی آہستہ جد و جہد اور موجودہ ریفارم

اسکیم اسی جدوجہد کا ثمرہ ہی، اسی لئے وہ اپنی جدوجہد کو برباد کرنا نہین چاہتے، بلکہ وہ موجودہ
اصلاحات سے فائدہ اٹھا کر گورنمنٹ پر یہ ظاہر کر دینا چاہتے ہین کہ وہ اس سے زائد کی حقدار
ہین انکو یقین ہی کہ وہ گورنمنٹ سے مزید حقوق حاصل کرینگی، دوسری طرف آپ مسٹر گاندھی
کی جدوجہد پر غور کیجیے جسکی ابتدا ستیہ گرہ سے کی گئی تھی اور جس کا منشا رولٹ ایکٹ
کو منسوخ کرانا تھا، نتیجہ کیا ہوا؟ شورش نقض امن، شدید اتلاف جان، مگر رولٹ ایکٹ
بدستور نافذ رہا، کوئی تغیر یا اصلاح گورنمنٹ کے خیال مین نہ آسکی، آخر کار جب نئی
کونسلین مرتب ہوگئین انھون نے اپنا کام شروع کر دیا، ڈاکٹر سپرو مشہور اعتدال پسند
لیڈر، وایسرائے کی کونسل مین ممبر قانون مقرر ہوئے، انکی انتھک جدوجہد نہ صرف رولٹ ایکٹ
بلکہ پریس ایکٹ اور بعض دوسرے جابرانہ قوانین کو منسوخ کرانے مین کامیاب ہوا چاہتی ہے
بحث منزل مقصود کی نہین بلکہ طرز عمل کی ہی، کیونکہ منزل مقصود تو ایک ہی ہے
مسٹر گاندھی ملک کو ایک ایسی راہ کی طرف بلا رہے ہین جو دو سال کے تجربہ کے بعد عملی
حیثیت سے قطعاً ناکامیاب ثابت ہوئی ہی، کوئی قدم وہ منزل مقصود کیطرف نہین بڑھا سکے
اپنے مطالبات مین سے ایک کو بھی وہ گورنمنٹ سے نہ منوا سکے، اسکے بالمقابل اعتدال پسند
ملک کو اس راہ پر لیجانا چاہتے ہین جس پر وہ چھتیس ۳۶ سال سے کامیابی کیساتھ چلا آتا ہی، یہ اعتدال
پسندون ہی کا گروہ ہی جسکی جدوجہد سے ملک کے مطالبات پورے ہوتے جا رہے ہین اب
یہ ملک کا کام ہی کہ وہ تیز و تند الفاظ سے متاثر ہوئے بغیر غور کرے اور اپنے لئے کامیاب
یا ناکامیاب ایک راہ اختیار کرے۔ مسٹر گاندھی کے وعدہ کے مطابق دسمبر ۱۹۲۱ء

مین ملک کو سوراج حاصل ہوجانا چاہئیے اس دعوی کو سات مہینے گزر چکے ہین اور صرف پانچ مہینے باقی ہین انکی مطالبہ قوم اور آدمی بھی بقول انکے مہیا ہوچکے ہین گزشتہ سات ماہ مین ملک سوراج کی طرف ایک قدم بھی نہین بڑھا ہی اور اس رفتار سے آیندہ پانچ ماہ مین دو چار بلوونکے سوا اور کسی بات کی مینہدین مجھے یقین ہی کہ دسمبر کے آخر مین لوگون پر مسٹر گاندھی کے مواعید کی حقیقت عیان ہوجائیگی اور وہ لوگ جو ابتک انکے اور انکے ہم نوایان کی تحکمانہ دعاوی سے مرعوب یا متاثر تھے انکی آنکھین کھل جائین گی اور وہ دیکھین گے کہ انکی منزل ان سے ہنوز اتنی دور ہے جتنی کہ آج سے دو سال قبل تھی۔

"ہندو مسلم اتحاد"

سوراج کے ضمن مین اس مسئلہ کا بھی کچھ تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہی مگر اس سے قبل مین یہ واضح کر دینا چاہتا ہون کہ مین خود ہندوؤن اور مسلمانونکے حقیقی اتحاد کا دلدادہ ہون اور بفضلہ میرے حباب مین ہندوؤن کی تعداد زیادہ ہی لیکن مجھے افسوس ہوتا ہی مین دیکھتا ہون کہ اسوقت اتحاد کا شور تو بہت زائد ہی مگر بیرونی سطح کے نیچے وہی اضطراب و بے چینی ہے مسلمان اپنی طرف سے محبت و دوستی کا ہاتھ بڑھانیکے لئے تیار ہین مگر افسوس کہ ہمارے ہندو بھائیونکا برتاؤ ہمارے ساتھ ویسا نہین ہی مسلمانون ہی کی شرکت تھی جس نے سوراج کے مطالبہ کو اسقدر تقویت بخشی ہی ۱۹۱۶ء سے قبل یہ تحریک ایک دو مختریک سے زائد حیثیت نہ رکھتی تھی مسلمانون نے اسمین جان ڈالدی ہی اسکے بعد سے برابر مسلمان ایثار سے کام لیتے رہے، انھون نے اپنے مطالبہ "انتخاب بلحاظ اہمیت" کو ترک کرکے انتخا

بلحاظ آبادی پر رضامندی ظاہر کی، اُنھون نے اپنے لیگ کے مقاصد مین تغیر کرکے اُس کو
کانگریس کا ہم نوا بنایا، اُنھون نے ہندو لیڈرون کو مشترکہ ملکی لیڈرون کا درجہ عطا
کیا، اور بالآخر ہندوون کے سخت ترین مطالبہ "ترک گاؤکشی" پر آمادگی ظاہر کی،
حالانکہ ہندو زور و قوت کی آزمائش کے بعد بھی اپنے اس مقصد کے حاصل کرنے مین
ناکامیاب ثابت ہو چکے تھے، بہرحال مسلمان اتحاد کو ثابت کرنے کے لئے ہر قسم کے
ایثار پر تیار رہے لیکن اگر پوچھئے کہ اس کے مقابل ہمارے دوستون نے کیا ایثار کیا تو
ایک بات بھی نہ پیش کیجا سکے گی۔ اردو ہندی کا جھگڑا آج تک بدستور باقی ہے،
کیا یہ مناسب تھا کہ جب ہمنے اُنکے مطالبونکو مان لیا تھا تو وہ بھی ہماری ایک مطالبہ کو
مان لیتے اور اردو کو مشترکہ زبان تسلیم کرنے سے جیسی کہ واقعتاً ہے گریز نہ کرتے مگر
افسوس ہے مسٹر گاندھی "ہندوستانی" کا نیا لفظ ایجاد کرکے مسلمانون کو دھوکا
دینا چاہتے ہین اور اس پردہ مین برابر اگری رسم الخط کے لئے کوشان ہین۔

مسلمان از خود اس بات پر آمادہ ہین کہ وہ گاؤکشی کو رفتہ رفتہ ترک کر دین گے
اور اس ایک سال مین وہ اپنے اس ارادے کو قابل تعریف صداقت سے پورا کرتے
رہے ہین لیکن ہندو بھائیون کا طرز عمل اس معاملہ مین بالکل غیر متغیر ہے، اُن کی
معاندانہ اسپرٹ مین کوئی کمی نظر نہین آتی، وہ دیکھ چکے کہ خونریزی کے ذریعہ سے
اپنے مقصد مین کامیاب نہین ہو سکتے، اس لئے اُنھون نے دوسرے مجبور کرنے والے
طریقے اختیار کئے ہین، مسلم لیگ کو کانگریس مین ملاتے وقت کے وعدہ وعید سے

تغافل کرکے اپنی کثرت تعداد کی قوت سے وہ مسلمانونکے اختلاف کے باوجود قانوناً گاوکشی
کی ممانعت کے لئے میونسپلٹیون مین بابی لابناتے اور کونسلون مین ریزولیوشن پاس کرتے
ہین غرضنکہ وہ اپنی کثرت تعداد سے ہرجگہ مسلمانون کو شکست دینے کے درپے رہتے ہین
کانگریس مین مسلمانون نے کثرت سے شرکت شروع کی، ناگپور کی کانگریس مین مسٹر
گاندھی نے محسوس کیا کہ مسلمانونکی تعداد بڑھتی جارہی ہے اور وہ غلبہ آراء حاصل کرتے
جاتے ہین تو اب اُنھون نے یہ تحریک شروع کردی کہ کانگریس مین مسلمانون کی تعداد
۱۹۱۶ء کی تجویز لیگ و کانگریس کے مطابق ہونا چاہئے، غرضنکہ آپکو ہرجگہ نظر آگیا
کہ وہ ہمارا تفوق دیکھنا نہین چاہتے۔ مسٹر گاندھی نے اپنے حملہ کے لئے علی گڈھ
کالج کو مقدم قرار دیا، اور اس طرح اُنھون نے ہندو یونیورسٹی کو اپنے تحفظ کا موقع
دیا جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ علی گڈھ کو جو صدمہ اُٹھانا پڑا اُس سے بنارس محفوظ رہا
لالہ لاجپت رائے جو تعلیم اسلام کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کرنیکے باوجود اسقدر
غیر متعصب بننے کی کوشش کرتے ہین کہ موہوم سلطنت افغان کی رعایا بننے پر
لفظی رضامندی ظاہر کرتے ہین، مگر اس کو کیا کیجئے گا کہ (ع) "مقتضائے
طبیعتش این است"۔ وہ علی گڈھ کالج کے طلباء کی ہمت مردانہ پر اُنکو داد دیتے
ہین، اُنکی تعریفین کرتے ہین، مگر جب وہ ہندو یونیورسٹی مین پہونچتے ہین تو وہانکے
طلباء کو غور و فکر کی تلقین کرتے ہین اور اُنکو بتلاتے ہین کہ تعلیم کے معاملہ مین خوب سوچ
سمجھکر قدم اُٹھانا چاہئے، گویا مسلمانونکے لئے تعلیم کی وہ اہمیت نہین جو ہندؤونکے لئے ہے

حقیقی اتحاد اُسی وقت حاصل ہوسکتا ہی جبکہ فریقین ایثار و رواداری سے کام لین، یہ توقع عبث ہے کہ مسلمان ہی ہر مرتبہ پیش قدمی کرین گے۔

"امن"

سوراج کی طرح امن بھی ایک مشترکہ مقصد ہی مگر دیکھیے کہ مسٹر گاندھی کا طرز عمل اس معاملہ مین بھی غیر تشفی بخش ہی، انکی اسکیم ایسی ہی جس سے نقض امن ہونا لازمی ہی، گو وہ خود ایسا نہ چاہتے ہون، مگر تجربہ اسپر شاہد ہی، اصل یہ ہی کہ عوام مین نان کوآپریشن کیوجہ سے بے چینی و اشتعال پیدا ہو گیا ہے جسکا لازمی نتیجہ نقض امن ہی، اجتماعیات کا مسلمہ اصول ہی کہ جماعت مین لاشعوریت کی شان ہوتی ہی اسی وجہ سے وہ اصلاح کے بجاے افساد کیطرف زائد مائل ہوتی ہے وہ خلاف عقل باتون پر آسانی سے یقین کرلیتی ہی اور ایسے خرافات سے بآسانی متاثر ہو جاتی ہی جو ناقابل قبول ہون، انقلاب فرانس مین اسکی مثالین کثرت سے نظر آتی تھین، جماعت کے یہ اوصاف علما و تعلیم یافتہ اشخاص کی جماعتون مین پائے جاتے نہ تھے پھر ہندوستان جیسے غیر تعلیم یافتہ ملک کی جماعتون کے متعلق کیا خیال کیا جا سکتا ہی، مزارعین اودھ کے ہنگامہ مین آپکی نظر سے یہ واقعہ گذرا ہوگا کہ وہان ایک مصنوعی گاندھی موجود تھا، آپنے سنا ہوگا کہ جاہل عوام کو یہ یقین دلا دیا گیا تھا کہ انگریزون کی حکومت ملک سے اُٹھ گئی، اور اب زمینداروں کو لگان دینے کی ضرورت نہین ہے، پنجاب مین سلیہ گروہ کی تحریک کس نتیجہ پر پہونچی، اور یہ امن ترک موالات کے زیر اثر

کیا کیا واقعات پیش آئے؟ ہر باخبر شخص اس سے واقف ہے۔ ایسی حالت میں ترک موالات کیساتھ "پرامن" کا لفظ مضحکہ خیز نہین تو اور کیا ہے؟ عوام سے پرامن رہنے کی امید ایک دل خوشکن تخیل سے زیادہ وقعت نہین رکھتی۔

مسٹر گاندھی کے بیانات اسقدر مجمل اور اکثر متضاد ہوتے ہین کہ پبلک کے لئے اُنکا صحیح مطلب سمجھنا بہت دشوار ہے، وہ اپنے مقصد اور طرز عمل کو ہمیشہ پوشیدہ رکھتے ہین اور جب اُنکی تحریک کی بدولت پبلک شورش مین مبتلا ہوکر خطرہ مین پڑجاتی ہی تو وہ پبلک سے بیزاری ظاہر کرنے لگتے ہین، پنجاب مین انکی تحریک ستیہ گرہ جب مہلک نتیجہ تک پہونچگیی، تو ہزارون بے گناہ جانین تلف ہونے کے بعد پبلک کو ملزم قرار دیکر اُنھون نے اپنی غلطی کو تسلیم کرلیا، انھون نے کہا کہ ابھی ملک میری اس روحانی تعلیم کے لئے تیار نہین ہی، اس لئے مین نے اس تحریک کو شروع کرنے مین کوہ ہمالیہ کے برابر غلطی کی، بہرحال الزام اُنھون نے پبلک ہی کے سپرد کردیا، ہمارے پاس کیا ذمہ داری ہی کہ ترک موالات کا بھی جب ایسا ہی خطرناک انجام ہو تو مسٹر گاندھی یون ہی ملک کو قصوروار ٹھہرا کر پہاڑ کی راہ نہ لین

حاصل کلام

یہ ہے کہ مجھے "نان کوآپریشن" کے اصلاحی تجاویز مثلاً انسداد مسکرات، سودیشی وغیرہ سے کوئی اختلاف نہین ہی، البتہ مین انقلابی تجاویز کو قوم اور ملک کے لئے مضر سمجھتا ہون۔ مسلمانون کیلئے اسلام کو جس خطرہ کیطرف

حوادث زمانہ لئے جا رہے ہین اُس سے محفوظ کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ مذہب کے سچے پابند بنین جس کی بدولت وہ تمام دنیاوی ترقیون کے قابل ہو سکین گے، ملک و مال خود اُنکے قدمون سے آلگین گے مسلمان دُنیا کے لئے نہین بلکہ دنیا اُنکے لئے ہی ہم اس وقت جتنے بھی مصائب نازل ہوئے ہو وہ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہین، اگر ہمارے اعمال پھر ویسے ہی ہو جاوین جیسے کہ ہمارے اسلاف کے تھے تو ہمارے لئے بھی وہی سعادت ہو گی جو اگلون کے لئے تھی۔

ہندوستانیون کے لئے ذمہ دار حکومت خود اختیاری حاصل کرنے کا بہترین طریقہ آئینی جدوجہد ہے جس سے ابتک کچھ نہ کچھ کامیابی ہو چکی ہے اس لئے یہ یقین ہو کہ اگر آیندہ آپنے اس سلسلہ کو جاری رکھا تو ایک وہ زمانہ آئیگا کہ آپ اپنے کو آزاد دیکھنے کے قابل ہو سکین گے۔

خدا مسلمانون اور کل ہندوستانیون کو اس بات کی توفیق دے کہ حق و باطل مین تمیز کر سکین اور ایسی راہ پر چلائے جسکا خاتمہ اُنکی فلاح و بہبود پر ہو۔

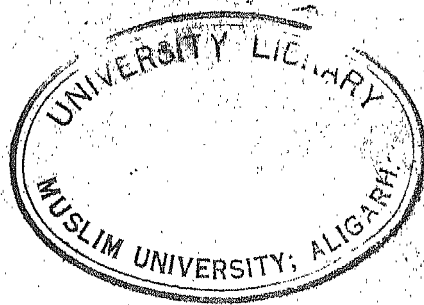
"این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد"

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است و بس   در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

خاکسار

بدرعالم - اسد منزل غازی پور۔

۳۰ جولائی ۱۹۲۱ء



پرنٹر و پبلشر

حکیم برہم

ایڈیٹر "مشرق" گورکھپور

